# حبہ خاتون: عہد ساز شاعرہ

ڈاکٹر نصرت نثار
اسسٹنٹ پروفیسر کشمیریات
پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور

# HABBA KHATUN: A TREND SETTER POETESS

Nusrat Nisar, PhD
Assistant Professor of Kashmiryaat
Punjab University Oriental College, Lahore

**Abstract**

Habba Khatun is the greatest Kashmiri poetess of the sixteenth century. She got famous in her early life for her unique poetry. The people of Kashmir especially Kashmiri women find in her verse a true representation of their feelings. She is greatly revered in Kashmir. A number of poems, essays, films and television programs have been written to pay homage to her. The article covers life and work of Habba Khatun.

**Keywords:**

نورالدین رشیؒ، عارف للہ، حبہ خاتون، کشمیر، گلستان، بوستان، آئینہ کشمیر، نقوش کشمیر، سنگلاب

آج سے کوئی چھ سو سال قبل کشمیری شاعری کی بنیادیں شومت کی باکمال عارفہ لل ایشوری اور مذہب و تصوف کے بے مثال مبلغ حضرت نورالدین رشیؒ کے قطعات (واکھوں) سے استوار ہوتی ہیں۔ان خارجی صبر آزما جھٹکوں کو سامنے رکھتے ہوئے جو کشمیری زبان کو سہنے پڑے نہ صرف کشمیری ادب کی ضخامت اور تنوع حیران کن ہے بلکہ یہاں کے شاعروں کی سخت کوشی اور غیر متزلزل ارادہ کی بھی تصویر سامنے آتی ہے۔اس وسیع شعری سرمایہ کا اکثر حصہ عشقیہ یا رومانی گیتوں پر مشتمل ہے جس کی طرح، جہاں تک ہماری نظر کام کرتی ہے، حبہ خاتون نے ڈالی ہے۔

حبہ خاتون کی روح کو سمجھنے کے لیے اس تاریخی، معاشی اور معاشرتی فضا کو سمجھنا ضروری ہے جس میں وہ رات دن سانس لیتی رہی کیونکہ ایک شاعرہ ہونے کے ناطے وہ اپنے وقت کی تاریخ اور ماحول کے اتار چڑھاؤ سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔یہ ٹھیک ہے کہ ہمارے یہاں معیاری تاریخی معلومات کی بڑی کمی ہے جس کے باعث ہم کلی طور پر اخذ نتائج کی اہلیت نہیں رکھتے ہیں، پھر بھی ہم حالات کی مجموعی اثر انگیزی تک کچھ نہ کچھ راہ پا سکتے ہیں، چنانچہ وہ سولہویں صدی کے ان پر آشوب ایام میں حیات تھی جب کہ کشمیر کے چک خاندان کی سلطنت زوال کی آخری ہچکی لے رہی تھی اور جس کو مغل شہنشاہ اکبر اعظم کی یلغار (۱۵۸۶) نے ہمیشہ کی نیند سلا دیا۔

شیخ نورالدین رشیؒ کے بعد سو سال تک ہمیں کشمیر کی شاعری میں کوئی نمایاں شاعر نظر نہیں آتا۔اس کی وجہ کشمیر کی سیاسی افراتفری تھی۔کشمیر کے ایک عظیم بادشاہ زین العابدین کے دور میں علم و ادب کو بہت فروغ حاصل ہوا تھا۔زین العابدین ۱۴۷۴ء میں انتقال کر گئے تو اس کے ساتھ ہی کشمیر کا سنہری دور ختم ہو جاتا ہے۔انھوں نے کشمیری زبان کو بہت عروج دیا، لیکن ان کی وفات کے بعد کشمیر میں سیاسی افراتفری پھیلی اور یہ افراتفری سینکڑوں سالوں تک محیط رہی۔اسی طرح کشمیری زبان بھی بڈ شاہ کے انتقال کے بعد درباری سرپرستی سے محروم ہو گئی اور کشمیری شاعری بھی آہستہ آہستہ زوال پذیر ہوئی اور دس بیس سال تک مکمل طور پر ختم ہو گئی۔کشمیری شاعری عام لوگ گیتوں تک محدود رہی ہو گی۔ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عالموں اور مبلغوں کے پاس کوئی خیال یا فلسفہ لوگوں تک پہنچانے کے لیے نہیں تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ علمی ماحول ہی نہیں رہا تھا جو زین العابدین کے زمانے میں تھا اور نہ ہی کوئی انقلابی نوعیت کی تحریک ہی تھی جس میں دانشوروں اور تخلیق کاروں کی شمولیت لازمی بن جاتی۔(۱)

سولہویں صدی میں حبہ خاتون کی شاعری میں ہمیں ایک ایسا انداز نظر آتا ہے جو کشمیری شاعری کے لیے ایک نیا انداز تھا، نئی روایت تھی مگر یہ حقیقت ہے کہ سو سال کے دوران اس نئی روایت کے لیے ایک بنیاد پہلے ہی استوار ہوئی ہو گی۔یہ نئی روایت کشمیری غنائی شاعری کی روایت ہے۔خاصی تحقیق کے باوجود اس لمبے دور کا کوئی بھی شعری سرمایہ منظر پر نہیں آ سکا، لہٰذا ہم یہ ماننے پر مجبور ہیں کہ حبہ خاتون کی شاعری ہی شیخ نورالدین رشی کے بعد ایک منفرد نغماتی شاعری کی ابتدا ہے۔(۲)

کشمیری شاعری میں ہمیں پہلی بار انسانی زندگی کے عام دکھ سکھ، ارمان اور خواہشیں، فریاد، شکایتیں، تڑپنا، تڑ سنایا تسلی دینا شاعری کے روپ میں نظر آتا ہے۔ شاعری کا یہ انداز کالے بادلوں کے بعد تازہ ہوا کا جھونکا محسوس ہوتا ہے۔

واری وین سیتی وار چھس نو
چار کرو میون مالینو ہو
گر بہ درایس آبہ نتس
نوٹ میے پھٹمو مالینو ہو

## حالات زندگی

حبہ خاتون کشمیر کے ایک خوبصورت علاقے پانپور کے ایک چھوٹے سے گاؤں چندن ہار میں پیدا ہوئی۔ پانپور کسی زمانے میں پدم پور کے نام سے بھی مشہور تھا۔ اور اس کی مٹی کی خاص تاثیر کی وجہ سے یہاں زعفران کثرت سے پیدا ہوتی ہے جو سونے کے بھاؤ بکتی ہے اور قدر کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہے۔ (۳)
حبہ خاتون کا اصلی نام زون تھا۔ اس کا خاندان زمینداری کے علاوہ تبت کے ساتھ نمک کی تجارت بھی کرتا تھا اس لیے خوش حال زندگی بسر کرتا تھا۔ عبدالاحد آزاد اس کے نام ور علاقے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

گریس کورا اسی ژندہارچ زون
شاہ یوسفی معشوق حبہ خاتون
گاٹہ جارن کرسو نامدار ویسی یے
نیری چھاونی گل تہ گلزار ویسی یے (۴)

ایک اور شاعر غلام احمد حنفی لکھتے ہیں:

حبہ خاتون شیچ زن زون درایے

حبہ خاتون کے حسن کا اندازہ ہمیں اس شعر سے ہو جاتا ہے۔ کاشر ادبک تواریخ میں منورنا جی رقمطراز ہے:

"حبہ خوتو نہ ہنداصل ناو اوس زون تہ سوزیہ وہو پرگنہ کس ژندہار گامس منز نہ مالس اوسس نا دیمبدی راتھر۔" (۵)

گاؤں کی روایات کے خلاف وہ بڑے ناز ونعمت سے پلی اور جب پانچ برس کی ہو گئی تو اسے گاؤں کی مسجد کے ملا کے پاس قرآن مجید پڑھنے کے لیے بھیجا گیا۔ وہ چونکہ بہت ذہین تھی، دو تین سال میں قرآن مجید ختم کر لیا۔ اس کی غیر معمولی ذہانت دیکھ کر اس کے استاد نے اس کو کریما، گلستان اور بوستان وغیرہ پڑھائی۔

جب یہ کتابیں ختم ہوئیں تو قرآن کریم ترجمے کے ساتھ شروع کرا دیا اور اس کے ساتھ ساتھ اخلاق و ادب اور دینیات کے موٹے موٹے مسائل میں ماہر کر دیا۔ استاد محترم نے اس کے ذوق علم کو دیکھ کر اس کی طرف زیادہ توجہ دی۔ وہ ایک ایسے گھرانے کی لڑکی تھی جہاں کوئی الف، ب سے واقف نہ تھا لیکن اس نے اپنی ذہانت سے اس گھر کو علم کی شمع سے روشن کیا اور وہ چھوٹی ہی عمر میں شعر کہنے لگی۔(۶)

ایک ایسے گاؤں میں جہاں عورتیں تو ایک طرف کوئی پڑھا لکھا مرد بھی نظر نہ آتا تھا، زون کا مذہبی اور اخلاقی علوم حاصل کر لینا حیرت انگیز بات تھی۔ لوگ مختلف قسم کی باتیں کرنے لگے۔ پتہ نہیں اس کے معیار کا کوئی لڑکا ملے گا بھی کہ نہیں۔ علم الدین سالک اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ اس وقت کے رسم و رواج مانع نہ ہوتے تو وہ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے سری نگر جا کر اپنی تعلیم مکمل کر لیتی۔ بہر کیف اس کی ذہانت اور طبع رسا اس کی شہرت کا موجب بن گئی اور سارے گاؤں میں جا بجا اس ہونہار لڑکی کا چرچا ہونے لگا۔ کوئی اس کے علمی ذوق کی تعریف کرتا اور کوئی گاؤں کے ماحول اور یہاں کی تعلیمی پستی کو دیکھتے ہوئے کہتا کہ یہاں کوئی ایسا لڑکا نہیں جو اس لڑکی جیسی قابلیت رکھتا ہو۔ یہ خیال پہلے چند آدمیوں کے دماغ سے اٹھا، زبانوں پر آیا اور پھر جنگل کی آگ کی طرح تمام گاؤں میں پھیل گیا اور گنوار زمیندار سب کے سب حسد میں مبتلا ہو گئے۔(۷) زون کی شہرت اور خوش آوازی کے یہ چرچے رنگ لائے بغیر نہ رہے۔ اس کا باپ جواب تک حاسدوں کے وار بڑے استقلال سے سہہ رہا تھا اور ان کے ہر اعتراض کو ٹھکرا دیتا تھا مگر اب کچھ کچھ اثر پذیر ہونے لگا۔ زون بچپن چھوڑ کر شباب کی طرف قدم بڑھا رہی تھی۔ شباب کی آمد طوفانی جذبات کا پیش خیمہ ہوتی ہے اور ہر سمجھدار باپ اس طوفان کے اٹھنے سے پہلے ہی بچاؤ کی تدابیر سوچتا ہے۔ چنانچہ اس کے والد عبدی راتھر کو شباب کی جان شکن و کوہ فگن موجیں اٹھتی نظر آئیں تو اسے پدری شفقت اور دور اندیشی نے اپنے فرائض یاد دلائے اور اس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ زون کی شادی کرے گا۔ عبدی راتھر لاکھ روشن خیال سہی لیکن پھر بھی رسوم و روایات میں جکڑا ہوا ایک معمولی زمیندار تھا اور اسے اسی گاؤں میں زندگی بسر کرنا تھی۔ اس نے اپنے رشتے داروں میں ایک لڑکے کا انتخاب کیا جب خاتون سے اس کی مرضی پوچھی گئی۔ اس نے باپ کے انتخاب کے آگے سر تسلیم خم کیا اور جلدی جلدی اس کی شادی کر دی گئی لڑکے کا نام عزیز لون تھا۔(۸)

زون کا خاوند نہ صرف جاہل اور ان پڑھ تھا بلکہ بد مزاج بھی تھا۔ اسے زون (حبہ خاتون) کے علمی اشغال ایک آنکھ نہ بھاتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کی ساس بھی اس کے ساتھ نہایت ناروا سلوک کرتی تھی۔ وہ لوگ اس جوہر کی قدر و قیمت سے واقف ہی نہ تھے۔ جب وہ بیوی کو گھر کے کام کاج سے فارغ ہو کر گلستان، بوستان اور دوسری کتابوں کے مطالعہ میں مصروف دیکھتا تو آگ بگولہ ہو جاتا، سخت سست کہتا اور اس کا دل دکھاتا مگر حبہ خاتون دل پر جبر کر کے سب کچھ برداشت کرتی۔(۹)

حبہ خاتون نے مقدور بھر اپنے خاوند کی اطاعت کی بلکہ اس جاہل کندہ ناتراش زمیندار کی ناز برداری کی مگر وہ خوش نہ ہوتا اور ہمیشہ ترش روئی سے پیش آتا۔ اس کا اظہار ان کے اِن اشعار میں ملتا ہے۔

ژہ کمیو سوتہِ میانہِ برم دِتھ نیو ٹھو
ژے کہیو گیئی میانی وَ ی
ژکھ تراوِے ملالہ وونِدپچھے نا ایوان
ژے کہیو گیی میانی وَ ی

کشمیر میں یہ دستور تھا کہ ہر دیہاتی لڑکی صبح و شام پانی لینے پنگھٹ پر جایا کرتی تھی اور یہ پنگھٹ محض پانی بھرنے اور نہانے دھونے کا گھاٹ نہیں ہوتا تھا بلکہ نوجوان اور ہم عمر لڑکیوں کے لیے ایک سوشل کلب کا کام دیتا جہاں یہ دونوں وقت اکٹھی ہوتیں اور ایک دوسرے کو اپنے دُکھڑے سناتیں اور اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرتیں۔ گویا صبح و شام وہ گزشتہ غم واندوہ کو یہیں بھلا کر آئندہ غموں کو برداشت کرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار کرتیں۔ زون بھی اپنی ہم عمر لڑکیوں کے ساتھ نکلتی اور مختلف مشاغل میں ان کا ساتھ دیتی۔ کسی وقت اس کی کوئی ہمدم وغمگسار اس کے نازک دل کے تار چھیڑ دیتی تو اس کے جذبات خود بخود راگ بن کر بہہ نکلتے اور اس کی رسیلی آواز سے فضا گونج اٹھتی۔ تمام لڑکیاں اپنے آپ کو کیف و سرور میں ڈوبا ہوا پاتیں۔ اب زون کو اس کی ہم عمر لڑکیوں نے (گونہ مات) شاعرہ کہنا شروع کر دیا۔ (۱۰)

حبہ خاتون کی شہرت دور دور تک پھیل گئی اور سسرال والوں کی سختیاں اور بڑھنے لگیں۔ حبہ خاتون کے اندر ایک آگ بھڑکنے لگی، اور اب اسے مزید برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ سسرال والوں کی بدسلوکی اس کے لیے عذاب جان بن گئی۔ اس کی جوانی کو مستقل روگ لگ گیا۔ اس کی روح صدموں میں اس طرح گھر گئی کہ ایک غم جاتا تو دوسرا پیدا ہو جاتا۔ مایوسی کا ہر داغ اس کے آئینۂ دل پر ایک گہرا نقش جماتا۔ جذبات چوٹ کھا کر اس کے سینے سے ابھرتے اور نالہ موزوں کی صورت اختیار کر کے اس کے سریلے گلے سے باہر نکلتے۔ سازِ شکستہ سے اس طرح کی آواز آتی:

واوِ چانے شیین زَن گلہ یو
بال نو ووٹی بلہ یو زَنہہ
گتہ بتہ سوتکی پانچھین پھولہ یو
بال نو ووٹی بَلہ یو زَنہہ

اس زمانے میں پانپور میں ایک مشہور صاحب دل بزرگ خواجہ مسعود رہتے تھے۔ لوگ دور دور سے ان کی زیارت کو آتے اور اپنی بیماریوں کا علاج ان کی روحانیت سے کرواتے۔ زون بھی گاؤں کی چند عورتوں

کے ہمراہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئی تا کہ ان کی دعا کی برکت سے اس کے سنگدل شوہر اور ساس کا دل نرم ہو جائے ۔ جب زون نے اپنی دکھ بھری کہانی سنائی تو ایک ہمراہی عورت نے خواجہ صاحب سے اس کے شعر کہنے کا ذکر کیا۔خواجہ صاحب نے اس سے اپنا کلام سنانے کی فرمائش کی ۔زون نے پہلے شرم وحیا کی وجہ سے انکار کیا مگر آپ کے اصرار پر اپنے چند اشعار سنائے جو کشمیری زبان میں تھے۔خواجہ اس کے غم انگیز اور درد بھرے کلام کو سن کر بہت متاثر ہوئے۔ان پر وجد کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔انھوں نے رقت انگیز لہجے میں فرمایا:تم سچ کہتی ہو، تمھاری شاعری بہت بڑے سیلاب کا پتہ دیتی ہے۔آج جس قطرے کو ہم ایک ننھی سی جان میں دیکھ رہے ہیں کل وہی طوفان در بغل ہوگا اور اس سے دریا میں روانی پیدا ہوگی۔تمھارا دل سکون واطمینان چاہتا ہے۔تم کو ابھی تک محبت کا جواب محبت سے نہیں ملا۔ہم آج سے تمھارا نام ''حبہ خاتون'' رکھتے ہیں۔تم سراپا محبت ہو۔ تمھارے غم کی معیاد پوری ہو چکی ہے۔تمھاری مصیبت کا زمانہ عنقریب ختم ہو جائے گا اور قدرت تمھارے لیے وہ سامان پیدا کرے گی کہ تم شہرت کے آسمان پر ستارہ بن کر چمکو گی اور حکومت کرو گی اور دولت تمھارے قدموں پر نثار اور چتر شاہی تمھارے سر پر سایہ کرنے کے لیے تیار ہو رہا ہے۔(۱۱)

حبہ خاتون کے سسرال کا معاملہ کچھ عرصہ کے بعد پنچایت تک پہنچا اور آخر کار اس کو وہ گھر چھوڑنا پڑا اور اپنے شوہر عزیز لون سے طلاق لینی پڑی۔اس طرح حبہ خاتون کی زندگی کا ایک دردناک باب ختم ہو گیا اور وہ اپنے والد کے گھر واپس آ گئی۔

حبہ ایک شاعرہ اور مغنیہ کی حیثیت سے نزد و دور مشہور ہو گئی۔ دن بیت گئے اور وہ وقت آیا کہ پامالیاں شادابیوں کا باعث بنیں، ناکامیاں کامرانیوں کا پیام لائیں اور مایوسیوں کی تاریکی سے صبح امید طلوع ہوئی یعنی زون (حبہ خاتون ) کی صورت وسیرت، علمی فضیلت، خوش الحانی شاعری اور سب سے بڑھ کر اس کے صبر واستقلال کی شہرت گاؤں گاؤں اور قصبہ کی حدود سے نکل کر دار الحکومت میں گونج پیدا کرنے لگی۔(۱۲)

کشمیر میں ان دنوں چک خاندان کی حکومت تھی۔علی شاہ حکمران تھا اور اس کا بیٹا یوسف شاہ چک کشمیر کا ولی عہد تھا۔وہ خوبصورت اور شباب کی سرمستیوں سے سرشار تھا اور دل کھول کر داد عیش ونشاط دے رہا تھا۔طبیعت اگرچہ رنگین پائی تھی مگر شعر وادب کا ذوق بھی فطرت کی طرف سے لے کر آیا تھا۔علم الدین سالک لکھتے ہیں کہ''حبہ خاتون کی خوبیوں کی شہرت اس کے کانوں تک پہنچی۔وہ تو پہلے ہی ایسے گل خنداں کی تلاش میں رہتا تھا، بن دیکھے اس پر عاشق ہو گیا اور موقع کی تلاش میں رہنے لگا کہ اس گل سدا بہار کے حسن وجمال سے اپنے دل ودماغ کو تسکین دے اور آنکھوں کی پیاس بجھائے۔''(۱۳)

۱۵۷۱ء کی بات ہے کہ زون جو اب حبہ خاتون کہلانے لگی تھی، اپنے کھیتوں میں گوڈی کر رہی تھی اور ساتھ ہی ساتھ کوئی گیت بھی گا رہی تھی۔شہزادہ یوسف کا ادھر سے گزر ہوا، اس نے یہ دلکش آواز سنی اور اس

طرف چل پڑا۔نزدیک پہنچا تو حبہ خاتون کے حسن بے پایاں نے اسے اور بھی مسحور کر دیا۔زون کی نظر بھی شہزادے پر پڑی اور دونوں ایک دوسرے کو دل دے بیٹھے۔ (۱۴)

> There was a strange pleading in his eyes and he restlessly shifted from one foot to another. Then he recovered himself and spoke to her in Kashmiri verse. She too replied in a verse. The prince was simply enchanted with Habba Khatoon's beauty and intelligence. (۱۵)

شہزادے نے حبہ خاتون کا کھوج لگوایا اور اس سے شادی کی خواہش کا اظہار کیا۔بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ اس نے حبہ خاتون کے شوہر کو پانچ ہزار درہم دے کر طلاق دینے پر راضی کر لیا جبکہ زیادہ تر مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ حبہ خاتون کی اس وقت طلاق ہو چکی تھی اور وہ اپنے والد کا ہاتھ بٹاتی تھی۔اس طرح اٹھارہ انیس برس کی عمر میں قدرت نے دیہات میں رہنے والی اس لڑکی کو شاہی محلات میں پہنچا کر خواجہ مسعود کی پیش گوئی پوری کر دی۔یوسف شاہ کی عمر اٹھائیس برس کی تھی۔وہ بڑا شوقین مزاج شہزادہ تھا۔اس نے دریائے جہلم کے بائیں کنارے ایک وسیع باغ لگوایا جسے باغ یوسف کہتے تھے۔اس میں کئی عالیشان عمارتیں اور بارہ دریاں تعمیر کرائیں اس میں حبہ خاتون کے قیام کا بندوبست کیا۔شاہی ادب وآداب سکھائے اور خود بھی اس کے پاس رہنے لگا۔وہ خود بھی شاعر تھا اور فارسی اور کشمیری دونوں زبانوں میں شعر کہتا تھا۔راگ رنگ اور نغمہ وسرود سے اسے خاص دلچسپی تھی۔اس کے دربار میں ایرانی،ہندوستانی اور کشمیری موسیقی دان ہمیشہ حاضر رہتے تھے۔حبہ خاتون بھی چونکہ شاعرہ تھی اور موسیقی سے بھی شغف رکھتی تھی اس لیے اس نے ماحول سے فائدہ اٹھا کر فن موسیقی میں ید طولیٰ حاصل کر لیا اور درباری خطاطوں کی مدد سے ایرانی موسیقی کے قواعد مرتب کر کے تمام مقامات پر فارسی غزلوں اور رباعیوں کے ساتھ اپنی کشمیری غزلیں اور رباعیاں درج کروائیں،جو فارسی طرز پر تھیں۔ (۱۶)

> "Habba Khatoon learnt the art of classical singing from them and herself contributed musical compositions, particularly the sufiana Kalaam and Rasti-Kashmiri." (۱۷)

۱۵۷۹ء میں یوسف شاہ کا باپ علی شاہ چوگان کھیلتے کھیلتے چل بسا اور یوسف شاہ تخت نشین ہوا اور حبہ خاتون ملکہ کشمیر کہلائی۔اس طرح یوسف شاہ چک نے بادشاہ بنتے ہی عیش وعشرت کا بازار گرم کر دیا۔وہ راگ رنگ میں اتنا مست ہوا کہ دربار کا رنگ ہی بدل گیا۔پہلی بار یوسف شاہ چک ایک سال ایک ماہ کشمیر کے تخت وتاج کا مالک رہا اور اس دوران اس کا زیادہ وقت کاروبارِ مملکت سے غافل ہو کر عیش وعشرت،ناؤنوشی،

نغمہ وسرود میں گزرتا رہا۔ یوسف شاہ اپنی زندگی کے اس ابتدائی دور میں حد درجہ مستیوں میں ڈوبا رہا۔اس کی بے اعتدالیوں نے عوام کو اس سے بدظن کردیا۔امن وامان کی صورتحال بہت خراب ہوگئی۔سید مبارک خان بیہقی (ایک دیانت دار،وفادار وزیر) بادشاہ کی مصاحبت سے دست بردار ہوگیا اوران کی جگہ محمد بٹ نے وزیر کا منصب سنبھالا۔کچھ عرصہ کے لیے خانہ جنگی کا بازار گرم ہوگیا۔ یوسف شاہ کے کافی ساتھی مارے گئے۔اب اس کی آنکھیں کھلیں،سید مبارک کو صلح کے پیغامات بھیجے لیکن سید مبارک نے انکار کیا اور بادشاہ کو یہ جواب بھیجا کہ نخوت اور رعونت نے آپ کو راہ نہ دی۔آپ کچھ دنوں کے لیے تفریح کے لیے جائیں تاکہ آپ کی خودسری اور نخوت دور ہو،بغض وعناد کی آگ سرد ہو جائے گی اور میں آپ کو واپس بلا کر مسند نشین کردوں گا۔ یوسف شاہ نے گھر بار چھوڑ دیا۔اپنا تاج شاہی سید مبارک کے پاس بھجوایا اور خود کوہستان کی طرف نکل گیا۔

یوسف شاہ کی برطرفی کے بعد چند روز تک تخت حکومت سے خالی رہا۔آخر چند عمائدین سیاست کے اصرار پر سید مبارک خان کو حکومت سنبھالنی پڑی۔نیک دل سید تنہائی میں تاج شاہی کو سامنے رکھ کو یوں گویا ہوا:

جہان و کار جملہ ہیچ در ہیچ است
ہزار بار من ایں نقطہ کردہ ام تحقیق

سومناتھ وکھلو لکھتے ہیں:

> He led a very simple and frugal life and in order to win public support, he sold the gem-studded crown and the royal parasol and distributed the money amongst the poor. He carried on the administration wisely and did his best to restore peace and tranquility to the land. Not wishing to found a dynasty of his own, he abdicated in favour of Loharchak who ruled for 13 months more. (۱۸)

اسی دوران یوسف شاہ نے کافی کوششیں کیں کہ وہ اپنا تخت دوبارہ حاصل کرسکے اور وہ امرائے کشمیر کی منافقت اور خودغرضیوں سے تنگ آ کر اکبر بادشاہ کی خدمت میں آگرہ جا پہنچا اور مدد کی درخواست کی۔ اکبر کمال مہربانی سے پیش آیا۔بامزئی لکھتے ہیں:

> The emperor was highly pleased since he was on the look-out for an opportunity like this. (۱۹)

اکبر بادشاہ نے راجہ مان سنگھ کی کمانڈ میں یوسف شاہ کو ایک لشکر کثیر کے ساتھ تسخیر کشمیر پر مامور کیا۔ جب لشکر لاہور پہنچا تو شاہ کو یہ احساس ہوا کہ اگر ایک دفعہ شاہی لشکر کشمیر میں داخل ہوا تو ملکی انتظام مغلوں کے

ہاتھوں میں چلا جائے گا اور وہ مغلوں کے ہاتھوں ایک کٹھ پتلی بن جائے گا۔وزیر محمد بٹ بھی ایک ہزار سوار پیادہ فوج کے ساتھ منتظر تھا۔اس نے محمد بٹ کے مشورے سے راجہ مان سنگھ سے اجازت لی کہ وہ شاہی لشکر کی روانگی سے پہلے انتظامی معاملات دیکھے۔مان سنگھ کو یہ بات اچھی لگی۔پی این کے بامزئی لکھتے ہیں:

> The proposal appealed to the Raja and Yousaf as the head of the small band of his kashmiri followers left for the valley. Before reaching its outskirts he, with the help of his minister Mohd Bhutt was able to enlist small army of 4000 from the hill tribes. He crossed the river Jhelum avoiding a clash with the main army of his opponents and entered Srinagar triumphantly. Abdal Bhatt the intriguing minister of Lohar chak was killed and the later sought safely in flight. And thus after an exile of a year and half Yousaf again established himself on the throne. (۴۰)

دوسری بار کشمیر کا تخت وتاج یوسف شاہ نے ۱۵۸۱ء سنبھالا اور محمد بٹ کو وزیر اعظم اور مدار المہام بنا دیا۔عقل ودانش اور تدبیر وحکمت میں محمد بٹ نہایت قابل اعتبار مشیر ثابت ہوا اور اندرونی فتنہ وفساد سے ملک کو پاک کر کے نظم ونسق کے استحکام پر توجہ دی گئی۔عدل وانصاف اور رعیت پروری کا رویہ اختیار کیا گیا۔اس طرح ملک کے حالات بہتر ہو گئے، لیکن کچھ عرصہ بعد مفسدوں نے پھر سے فساد پھیلانے کی کوشش کی۔دوبارہ تخت وتاج حاصل کرنے کے بعد یوسف شاہ نے اپنے طور طریقے بالکل بدل دیے۔وہ اب مدبر، سنجیدہ، محنتی، جفاکش اور فرض شناس حکمران بن گیا۔افسروں کی نقل وحرکت پر نگاہ رکھتا، ہر محکمے کی دیکھ بھال کرتا، رعایا کی پوری پوری خبر گیری کرتا، ان کے دکھ درد میں شریک ہوتا اور ان پر لطف وکرم کرتا جس سے رعایا بھی اس کی گرویدہ ہونے لگی۔حبہ خاتون بھی اسے ہر وقت ملک داری کے سلسلے میں مناسب مشورے دیتی اور امیروں اور درباریوں کو بھی ان کے فرائض منصبی سے آگاہ کرتی رہتی۔اس کی ان کوششوں سے سلطنت میں ایک نیا رنگ پیدا ہوا، ہر طرف ترقی کے آثار نظر آنے لگے۔ہر شعبے میں رونق پیدا ہوئی اور دربار بھی کسی حد تک پہلی سی بیہودگیوں سے پاک ہو گیا۔

کشمیر ہمیشہ سے حوادث کا شکار رہا ہے۔سیلاب، آتش زدگی، زلزلے، شیعہ سنی فسادات ہمیشہ اس خطے کی تباہی وبربادی کا موجب بنتے رہے ہیں۔چکوں کے زمانے میں شیعہ سنی فسادات بڑی کثرت سے ہوئے۔یوسف شاہ چک کے دور حکومت میں کچھ ہی ایام پرسکون گزرے تھے کہ یہ فسادات پھر بھڑک اٹھے

جنھوں نے ملک کے امن وامان پر کاری ضرب لگائی۔ چک بادشاہ مسلکاً شیعہ تھے اور اپنی سلطنت کو ایران کے صفوی خاندان کے نقش قدم پر چلانا چاہتے تھے اس لیے وہ شیعہ فرقے کی حمایت کرتے تھے جس کی وجہ سے اس فرقے کے حوصلے بڑھ گئے۔ ۱۵۸۵ء میں اسی قسم کا شدید فساد ہوا جس میں دونوں فرقوں کا خاصا جانی ومالی نقصان ہوا۔ ان حالات میں ملک کا سنجیدہ طبقہ یہ سوچنے پر مجبور ہوا کہ اگر یہ فسادات بیرونی امداد سے ختم ہوسکیں تو اس کا بندوبست کرنا چاہیے، چنانچہ ملک کے با اثر امیروں کا ایک وفد اکبر اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسے کشمیر پر حملہ آور ہونے کی دعوت دی۔(۲۱)

اکبر اعظم نے کافی غور وخوض اور مشیروں سے مشورہ کرنے کے بعد کچھ فوج کشمیر کی جانب روانہ کردی۔ یوسف شاہ کو علم ہوا تو وہ مقابلے کے لیے نکلا۔ اگرچہ اکبری فوج پسپا ہوئی مگر وہ گرفتار ہوا اور اکبر اعظم کے دربار میں پیش آ گیا۔ گو کہ اس سے پہلے کئی دفعہ اکبر نے اس کو دربار میں آنے کے لیے کہا تھا مگر وہ ٹالتا رہا۔ آخر وہ اکبر کے ہاتھ آیا اور انھوں نے کشمیر پر حملے کی تیاریاں شروع کیں۔ اس معرکہ میں یوسف شاہ کا بیٹا یعقوب شاہ بھی تھا۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ اس کا باپ اکبری فوج کے ہاتھوں گرفتار ہوا، اس نے تخت وتاج پر قبضہ کرکے ملک کا انتظام وانصرام سنبھالا اور اکبر کا مقابلہ کرنے کے لیے کشمیریوں کو تیار کرنے لگا۔(۲۲)

اکابرین کشمیر کی درخواست پر ۱۵۸۶ء میں جلال الدین محمد اکبر نے مرزا قاسم میر بحر کی قیادت میں کشمیر پر حملہ کیا۔ یعقوب شاہ بھی مقابلے کو نکلا۔ اس کے بعد جگہ جگہ مغلوں کے خلاف کارروائیاں ہونے لگیں۔ محبِّ وطن کشمیریوں نے مغلوں کا جگہ جگہ ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن اندرونی خلفشار نے ان کی قوت کو منتشر کردیا۔ آخر کار یعقوب شاہ شکست کھا کر کشتواڑ کی طرف نکل گیا اور مغلوں کا لشکر ۱۴۔ اکتوبر ۱۵۸۶ء کو مرزا قاسم کی سرکردگی میں سری نگر داخل ہوگیا۔

> Kashmir thenceforth became a province of the Mughal empire and the chapter of its long independent status came to a close.(۲۳)

یہ وہ حالات تھے جب حبہ خاتون کشمیر کی ملکہ تھی۔ وہ ہمیشہ بادشاہ کو نیک مشورے دیا کرتی تھی۔ جب حبہ خاتون کو یوسف شاہ چک کی گرفتاری اور جلاوطنی کا علم ہوا تو وہ محل میں تھی۔ ان حالات سے وہ دلبرداشتہ تو بہت ہوئی مگر اس نے حوصلہ نہ ہارا اور ارادہ کیا کہ کسی نہ کسی طرح یوسف شاہ کے پاس پہنچے اور اسے واپس کشمیر لانے کی سعی کرے یا کم از کم زندگی کے باقی ایام اس کے پاس بسر کردے مگر اس کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی کیونکہ جب مغل ناظم الامور کشمیر میں داخل ہوا تو اس نے شاہی خاندان کے تمام افراد کو حراست میں لینے کا حکم دیا۔ یہ خبر حبہ خاتون تک پہنچی۔ اس نے اسی وقت شاہی شان وشوکت اور جاہ وجلال کو ترک کیا اور شاہی محلات کو خیرباد کہا اور چپ چاپ نظریں بچاتی سری نگر سے باہر چلی گئی۔(۲۴)

حبہ خاتون نے پانتہ چھوک جوسری نگر سے صرف تین چار میل دور ہے، میں ایک کٹیا بنالی اور اس میں رہنے لگی۔اس کا دل دنیا سے اچاٹ ہو گیا۔ ہر قسم کا عیش و آرام ترک کر دیا اور اپنی جھونپڑی کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد بنا کر سارا وقت یادِ الٰہی میں بسر کرنا شروع کر دیا۔ یہ مسجد اب تک موجود ہے اور اسی کی مناسبت سے "حبہ خاتون" کہلاتی ہے۔۱۶۶۴ء میں جب اورنگ زیب عالمگیر کشمیر کی سیر کے لیے آیا تو اس نے اس مسجد میں نماز ادا کی اور اس کی خستہ حالت دیکھ کر اس کی مرمت کروائی۔(۴۵)

یوسف شاہ کو اکبر بادشاہ نے بسوک بہار میں نظر بند کر دیا۔ یوسف شاہ نے حبہ خاتون کو اپنے پاس بلانے کی خواہش ظاہر کی تھی لیکن اس کی یہ درخواست بھی مسترد کر دی گئی۔حبہ خاتون کی زندگی کے آخری ایام دکھوں اور غموں سے بھرے ہوئے تھے۔اس کا زیادہ وقت عبادت اور ریاضت میں بسر ہوتا۔ وہ کبھی کبھی اِدھر اُدھر سیر کو جاتی تو وادی کے حسین مناظر، لہلہاتے پھول، سبزہ اور بہتی ندیوں کے خاموش نغمے اس کے دل پر خاص اثر کرتے جس سے یوسف شاہ کی یاد تازہ ہو جاتی۔ اس کے دل سے بے اختیار ہوک اٹھتی اور وہ جذبات کے طوفان میں ڈوب جاتی تو اس عالم میں اس کی دلی کیفیات موزوں نالوں کی صورت اختیار کر لیتیں۔ یہ نالے آج بھی کشمیری زبان و ادب کا بہترین سرمایہ ہے اور آج بھی ہر کشمیری انھیں الاپتا ہے:

اَژِھہ وانِہ گاَمو دٕری یاو شُتھو
دور گوم پاَٹھن گٕس گٕر گراو
یاوٕتھہ موٗلیس ماز پیوم دٕتھو
میون ہیوہ بنتھو بیہ گٕس آو
پوٗشِہ باغٕس دِمہ سَے وون یے
مَدٕن کور گٕن یے گو
چوٗن فِراق چھُم لٕلہ ٹون یے
سون گٕن تے لگِہ ہی ناو
وَتہ کھتھ کیتھ میون إٓسن یے
مَدٕن کور گٕن یے گو

حبہ خاتون کا انتقال پانتہ چھوک میں ہی تقریباً ۱۶۰۷ء میں ہوا اور اسی علاقے میں دفن کیا گیا۔ یوں کشمیری شاعری کی عہد ساز شاعرہ کی زندگی کا باب ختم ہو گیا جس نے اپنی زندگی میں کئی ادوار دیکھے۔ ان تمام ادوار کا عکس ہمیں اس کی شاعری میں نظر آتا ہے۔

ایک مدت تک جذباتی زندگی بسر کرنے کے بعد اس کے یہاں ایک زبردست ٹھہراؤ آ گیا۔ یہ

ٹھہراؤ سیاسی حالات کے پلٹا کھانے کا نتیجہ تھا، کیونکہ یوسف شاہ گرفتار ہو کر بنگال میں نظر بند کردیا گیا۔ ساری بساطِ عیش الٹ گئی اور حبہ خاتون انتہائی مایوسی و بے چارگی کے عالم میں بے یارو مددگار ہوش رُبا فلاکت کی زندگی بسر کرنے لگی۔ اس کا اثر اس کے گیتوں میں حزنیت کی شکل میں نمودار ہونے لگا:

جب میری دوکان مال و متاع سے بھری ہوئی تھی
دنیا بھر کے گاہک میری طرف دوڑے آتے تھے
جب وہ متاع نہ رہی تو میری قدر بھی جاتی رہی
دن ڈھلتے ہی وہ مجھ سے چھوٹ کر چلا گیا

انتظار کی محرومی، جستجو کی ناکامی اور تنہائی کی وحشت ناکی نے اسے رومان کے مرغزاروں سے اُٹھا کر تصوف کے پر پیچ اور خار آلود راستے پر ڈال دیا لیکن اس راہ کی مسافر نہ ہونے کی وجہ سے اور ایک عرصہ تک جذباتی زندگی بسر کرنے کے باعث اس میں وہ فلسفیانہ گہرائی پیدا نہ ہو سکی جو للہ ایشوری اور شیخ نورالدین رشی ایسے صوفین کے یہاں ملتی ہے، البتہ موت، فنا اور اس قبیل کے دوسرے نوحے ضرور ابھر آئے۔

## حبہ خاتون کے کارہائے نمایاں

حبہ خاتون وہ عہد ساز شاعرہ ہے جس نے کشمیری شاعری کو ایک نئے اسلوب سے متعارف کروایا۔ اس نے کشمیری شاعری کو روایتی سریتی انداز اور راصحانہ شاعری سے نکال کر رومانوی شاعری کی بنیاد ڈالی۔ وہ محبت کرتی تھی اور اس کے بدلے خود بھی محبت کی طلبگار تھی۔ وہ زندگی میں کچھ حاصل کرنا چاہتی تھی اور کچھ حاصل کرنے کے لیے قربانی بھی دینا جانتی تھی۔ وہ زندگی کی رعنائیوں سے بہت زیادہ پیار کرتی تھی۔ وہ اپنی ہستی کے ضائع ہونے کے غم سے بھی نڈھال ہوتی تھی۔ (۲۶)

راہ بخشتم ساأری پروردگار
ژہ کہیٔ واتیو میانی مَرَے

حبہ خاتون کی آواز کشمیری شاعری اور کشمیریوں کے لیے ایک نئی آواز تھی۔ اس نے پہلی دفعہ کشمیری زبان میں انسانی زندگی کے عام دکھ، سکھ، خواہشات، گلے شکوے، ارمان، تسلی وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ حقیقت میں یہ شاعری بادلوں کے بعد تازہ ہوا کے جھونکے کی طرح ہے۔ پروفیسر سوم ناتھ وکھلو اس کی شاعری کے بارے میں لکھتے ہیں:

> After the death of the two mystics, Lal ded and Nund Rishi, the muse in Kashmir fell into a deep sleep for about hundred years and with the birth of Habba Khatoon it

> woke up again flutering and singing, not the mystical experience but the lilting tunes of true romance. Poets imagin romance and write about it but Habba Khatoon lives romance and sings about it.(۴۷)

اس خاتون نے دیہاتی گیتوں کو مرتب کرنے کے علاوہ اپنی ملکی زبان کی جو خدمت کی ہے وہ تاریخ ادب میں آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔عبدالاحد آزاد اس کی شاعری اور موسیقی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''جس کام نے ملکہ حبہ خاتون کو بقائے دوام کی دولت عطا کی ہے وہ یہ ہے: اس نے سب سے پہلے ایرانی نمونے پر کشمیری زبان میں غزل لکھی۔کشمیر میں فارسی موسیقی کو مرتب کیا اور راست فارسی کے مقابلے میں راست کشمیری کے نام سے ایک مقام باندھا اور اس میں اپنی کشمیری غزلیں اور رباعیات شامل کیں جو اب تک گائی جاتی ہیں۔فارسی کا تتبع کرتے ہوئے بھی وزن عروضی کی ناگوار قید وبند سے حتی المقدور پہلو بچایا۔کئی غزلیں اور قطعات صرف موسیقی کی لے پر لکھیں۔'' (۴۸)

حبہ خاتون کے کلام کی بنیاد جذبات نگاری، اظہار فطرت اور واقعیت پر ہے۔اس کے علاوہ اس میں کمال کی بے ساختگی، درد اور سوز و گداز ہے:

میے کرٔی ژی کتی پوشہ وسوائے
چھاو میانی وأئے پوش
بۂ چھسے زمین ژٕھک اسمائے
سیرٔس ژ چھکھ نرپوش
بۂ چھسے نمبھ ژٕھکھ میزمانے
چھاو میانی وأنے پوش

حبہ خاتون کے اشعار میں محبت کے بے پناہ جذبے کا اظہار جس انداز سے ہوا ہے، وہ ہمہ گیر اور وسیع ہے اور اس میں وہ آفاقی خدوخال سمٹ آئے ہیں جو ادب اور احساس حسن کو ابدی بنا دیتے ہیں اور جس کی تازگی زمانے کی تبدیلی اور حالات کے ادل بدل پر بھی سالم و ثابت رہتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ آج بھی جب گردوپیش کی فضا کی کیفیتیں بدل گئی ہیں اور پیداواری رشتوں میں بھی خاصی تبدیلیاں آ گئی ہیں، یہ اشعار ہمیں متحرک کرتے ہیں، سکون پہنچاتے اور ہم سے اپنا احترام کروا لیتے ہیں۔اس کے ان آفاقی رجحانات کے آئینے میں ہم اس کی ذہنی رغبتوں اور امنگوں کی تصویر بھی دیکھ سکتے ہیں۔وہ سراپا محبت تھی اور محبت ہی کی طلبگار رہی۔اس کے

نزدیک اس محبت کا درجہ ارضی ہوکر بھی بہت کچھ بلند رہا جس کا اظہار اس کے اشعار میں جا بجا ملتا ہے۔

حبہ خاتون کے عشق و محبت اور رومان بھرے گیتوں کی خوبی، ان کا سوز و گداز، جذباتی لب ولہجہ، صوتی اور لفظی ترنم، ہلکے پھلکے اور عام فہم خیالات اور وہ نسوانی آہنگ ہے جس کو محسوس تو کیا جا سکتا ہے لیکن بیان کرنا مشکل ہے۔ ایک ایسے وقت میں جب فارسی زبان کے اقتدار کی وجہ سے کشمیر کے تمام شاعر اپنی مادری زبان کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھتے تھے بلکہ اس میں طبع آزمائی کرنا کسرِ شان سمجھتے تھے حبہ خاتون کے یہ گیت جہاں کشمیری زبان کی زندگی کے ضامن بن گئے وہاں عام لوگوں خاص کر عورتوں میں مقبول ہوکر ان کے دلوں کو غم دوراں برداشت کرنے کی قوت بھی بخشتے رہے۔

حبہ خاتون کے حوالے سے مختلف کام

حبہ خاتون پر مختلف مؤرخوں اور شاعروں نے بہت کچھ لکھا ہے:

- خواتین کشمیر جس میں محمد دین فوق نے حبہ خاتون کے حوالے سے ضخیم مقالہ لکھ کر اس کی زندگی اور کارناموں پر روشنی ڈالی ہے۔
- حبہ خاتون کے نام سے کشمیر کے مشہور شاعر غلام احمد مجور نے ان کی زندگی پر ایک کتاب لکھی ہے۔
- مثنوی حبہ خاتون۔ شاعر غلام احمد حنفی نے ایک طویل مثنوی لکھی ہے۔
- ڈاٹرس آف وتستا مصنف پریم ناتھ بزاز۔ اس کتاب میں انھوں نے کشمیر کی نامور خواتین کے ساتھ ساتھ حبہ خاتون کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔
- حبہ خاتون تاریخ کے آئینے میں: مصنف غلام رسول بٹ، اس تصنیف میں تاریخی حوالوں کے ساتھ حبہ خاتون کو زیر بحث لایا گیا ہے۔
- حبہ خاتون (بلبل کشمیر) کے نام سے سوم ناتھ وکھلو نے نہایت خوبصورت انداز میں اس کے زمانے کے واقعات اور اس وقت کے شاہی اور سماجی حالات کو بیان کیا ہے۔ حبہ خاتون کے کچھ گیتوں کا انگریزی میں ترجمہ بھی کیا ہے۔
- نقوش کشمیر مصنف علم الدین سالک، اس کتاب میں انھوں نے حبہ خاتون کے حوالے سے ایک ضخیم مقالہ لکھا ہے اور یہ کتاب مقبول اکیڈیمی لاہور پاکستان نے شائع کی ہے۔
- آئینۂ کشمیر میں عبداللہ قریشی نے حبہ خاتون کی زندگی اور سیاسی حالات پر واضح روشنی ڈالی اور یہ کتاب لاہور سے شائع ہوئی ہے۔

بہر حال یہ کشمیر کی وہ عظیم خاتون ہے جس کا ذکر ہمیں تاریخ، ثقافت یا شاعری کے حوالے سے تمام کتابوں میں ملتا ہے۔ ان مقالات یا کتابوں کے علاوہ ان کی زندگی کے حوالے سے کئی ڈرامے لکھے گئے۔ اس

کے علاوہ سری نگر ٹی وی نے اس پر ایک فلم بنائی جو بہت سراہی گئی۔ زونی کے نام سے مظفر علی نے ایک فلم بنائی جو سیاسی حالات کی وجہ سے مکمل نہ ہو سکی۔

**حبہ خاتون کے نام پر یادگار مقامات**

حبہ خاتون کے نام پر کشمیر میں کچھ جگہیں یادگار کے طور پر بنائی گئیں ہیں جو اب تک قائم ہیں۔

۔ **حبہ بال:** گریز کے پاس ایک پہاڑی ہے جس کو "حبہ بال" کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بہت خوبصورت جگہ ہے اور حبہ خاتون اکثر و بیشتر یوسف شاہ چک کے ساتھ یہاں سیر و تفریح کے لیے آتی تھی۔

۔ **حبہ خاتون مسجد:** اتھواجن کے مقام پر یہ مسجد واقع ہے۔ یہ مسجد حبہ خاتون نے خود بنوائی تھی جب وہ محل چھوڑ کر گوشہ نشینی اختیار کر چکی تھی۔ **فوق** لکھتے ہیں کہ جب اورنگ زیب کشمیر کی سیاحت کو آئے تھے انھوں نے ایک دن ظہر کی نماز اس مسجد میں پڑھی تھی۔ اس کی خستہ حالت دیکھ کر انھوں نے اس کی مرمت کروائی۔

۔ **حبہ کدل:** سری نگر شہر میں دریاے جہلم کے اوپر جو پل بنائے گئے ہیں، ان میں ایک پل حبہ کدل بھی ہے جو حبہ خاتون کے نام پر ہے۔

۔ **حبہ خاتون سمندری جہاز:** ایک سمندری جہاز "حبہ خاتون" کے نام پر بنایا گیا اور ۱۹۸۰ء میں سمندر میں اتارا گیا۔

۔ **زون میگزین:** سری نگر کے کالج برائے خواتین نواکدل میں ایک میگزین "زون" کے نام سے نکالا جاتا ہے۔ زون خاتون کے بچپن کا نام تھا۔

☆☆☆☆☆

## حوالے


(۱) کأشر اد بُک تواریخ، منوراجی، شفیع شوق، شعبہ کشمیری، کشمیر یونیورسٹی حضرت بل، سری نگر کشمیر، ص ۷۵۔

(۲) سنگلاب، ترتیب رحمان راہی، شفیع شوق، شعبہ کشمیری، کشمیر یونیورسٹی حضرت بل، سری نگر کشمیر، ص ۱۲۔

(۳) آئینہ کشمیر محمد عبداللہ قریشی، آئینۂ ادب چوک مینارانارکلی، لاہور، ص

(۴) کشمیری زبان اور شاعری از عبدالاحد آزاد، جموں اینڈ کشمیر کلچرل اکادمی، سری نگر، ص ۱۳۔

(۵) سنگلاب، ترتیب رحمان راہی، شفیع شوق، شعبہ کشمیری، کشمیر یونیورسٹی حضرت بل، سری نگر کشمیر، ص ۱۳۔

(۶) نقوش کشمیر علم الدین سالک، مقبول اکیڈمی، دیال سنگھ مینشن، شاہراہ قائداعظم لاہور، ص ۵۲۔

(۷) ایضاً، ص ۵۴

(۸) آئینہ کشمیر، محمد عبداللہ قریشی، آئینۂ ادب چوک مینارانارکلی، لاہور، ص ۲۶۷

(۹) The Rich Heritage of Jammu & Kashmir , Som Nath Wakhle, Gyan Publishing, New Delhi, P-290

(۱۰) Ibid , P-291

(۱۱) نقوش کشمیر،علم الدین سالک،مقبول اکیڈمی،دیال سنگھ مینشن،شاہراہ قائداعظم لاہور۔ص ۵۶

(۱۲) ایضاً،ص ۵۷

(۱۳) آئینہ کشمیر،محمد عبداللہ قریشی،آئینہ ادب چوک مینارانارکلی،لاہور

(۱۴) نقوش کشمیر،علم الدین سالک،مقبول اکیڈمی،دیال سنگھ مینشن،شاہراہ قائداعظم لاہور۔ص ۵۲

(۱۵) ایضاً،ص ۵۸

(۱۶) The Rich Heritage of Jammu & Kashmir , Som Nath Wakhle, Gyan Publishing, New Delhi, P-290

(۱۷) کأشر شاعری،ڈاکٹر یوسف بخاری،کلیم یوسف فہیم یوسف،میکلورڈ روڈ،لاہور۔ص ۱۴۲۔

(۱۸) The Rich Heritage of Jammu & Kashmir , P-290

(۱۹) کشور کشمیر کی پانچ ہزار سالہ داستان،جی ایم میر،رضوان پبلشرز۔

(۲۰) Culture and Political History of Kashmir, P.N.K. Bamzai, Vol-II

(۲۱) Ibid (۲۲) Ibid (۲۳) Ibid

(۲۴) نقوش کشمیر،علم الدین سالک،مقبول اکیڈمی،دیال سنگھ مینشن،شاہراہ قائداعظم لاہور۔ص ۵۸

(۲۵) کشور کشمیر کی پانچ ہزار رسالہ داستان ،جی ایم میر،رضوان پبلشرز

(۲۶) Culture and political history of kashmir, P.N.K. Bamzai, Vol-II-P

(۲۷) کلیات حبہ خوتون،امین کامل،جموں اینڈ کشمیر کلچرل اکادمی،سری نگر،ص ۲۱۹

(۲۸) سنگلاب،ترتیب رحمان راہی،شفیع شوق،شعبہ کشمیری،کشمیر یونیورسٹی حضرت بل،سری نگر کشمیر،ص ۱۴